السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا جمعہ کے دن خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے اس سے پہلے اذان دینا جائز ہے یا نہیں تاکہ لوگوں کو کچھ جلدی اطلاع ہوجائے تاکہ جمعہ کے خطبہ و نماز کے لیے تیار ہوجائیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

خطبہ کے وقت (جمعہ کے دن) جو اذان دی جاتی ہے اس سے پہلے بھی اذان دینا جائز ہے۔ دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو بخاری شریف میں ''باب الاذان عند الخطبہ'' کے تحت میں مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمائیے!

((عن الزہری قال سمعت السائب بن یزید یقول ان الاذان یوم الجمعۃ کان اولہ حین یجلس الامام یوم الجمعۃ علی المنبر فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ عنہ کان فی خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ وکثروا امر عثمان یوم الجمعۃ بالاذان الثالث فاذن علی الزوراء فثبت الامر علی ذلک))

''امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید (یہ صغیر صحابی ہیں) سے سنا جو فرمارہے تھے کہ جمعہ کے دن اذان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے تک اس وقت دی جاتی جب امام منبر پر آکر (خطبہ کے لیے) بیٹھتا تھا، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور آدمی بھی بہت ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیسری اذان (یعنی خطبہ کے وقت اذان اور اقامت کے علاوہ) کا امر فرمایا: پھر وہ اذان زوراء کے مقام پر دی گئی۔''

پھر یہ بات اور حکم اسی پر ثابت رہا اور بیہقی کی سنن کبریٰ میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''حتی الساعۃ'' یعنی اس وقت تک یہ حکم ثابت ہے۔ اس حدیث سے مسئلہ مبحوث فیہا ہر استدلال بایں طور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ اذان (خطبہ کے وقت پہلی اذان) بڑھادی اور وہ خلفائے راشدین نے اس میں کوئی شک نہیں کیا اور دوسرے سب صحابہ نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا بلکہ اس بات پر اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا جس پر ''فثبت الأمر علی ذلک حتی الساعۃ'' کے الفاظ دلالت کررہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس حکم کو نہیں بدلا اور ان کے دور خلافت میں بھی اس پر قائم رہا۔ بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی بات بحال رہی اور یہی آخری صحابی ہیں جو خلافت پر متمکن ہوئے۔ یہ بات کیونکہ معلوم ہوئی؟ اس کے لیے یہ گزارش ہے کہ امام زہری سنہ ۵۰ پچاس ہجری کے بعد تولد ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سنہ ۴۰ چالیس ہجری میں وفات پاچکے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ ساٹھ ہجری میں وفات پاچکے تھے گویا اس وقت امام زہری آٹھ نو برس کے بچے ہوں گے یعنی ان خلفاء رضی اللہ عنہم کا زمانہ کماحقہ انہوں نے نہیں پایا لیکن جب حضرت سائب یزید رضی اللہ عنہ سے (زہری) حدیث بیان فرماتے ہیں اس وقت یہ غالبا سن شباب کو یا کھولت کو پہنچ چکے ہوں گے اور اسی وقت صحابی مذکورہ نے ان سے روایت بیان کی اور صحابی یہ فرمارہے ہیں کہ یہ بات یعنی اذان ثانی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑھادی تھی، ثابت ہوئی۔ (اس صحابی نے سنہ ۹۱ ہجری میں وفات پائی)

خلاصہ کلام: ...... یہ کہ ان خلفاء راشدین کا زمانہ گزرچکا لیکن انہوں نے اس کام کو تغیر نہیں دیا اور اس کو بند کیا۔ لہذا سب صحابہ کا اس پر اجماع ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا اجماع حجت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

میری ساری کی ساری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی، اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل صحیح نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر ضرور معترض ہوتے اور اس پر اتفاق قطعا نہ کرتے ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے حال کو اپنے حال پر قیاس نہیں کرنا چاہیے ان کا حال امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں وہ تھا کہ ہمارے تصور سے بھی بالاتر ہے وہ اس بات میں کسی لومۃ لائم یا کسی حاکم (خواہ کتنا ظالم ہو) سے خوف نہیں کھاتے تھے اور بغیر کسی پس وپیش کے حق کو ادا فرماتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے:

((فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین)) ابوداود، کتاب السنۃ' باب فی لزوم السنۃ' رقم الحدیث: ۴۶۰۷۔

''یعنی تم میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑلو۔''

لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ یہ سنت دو راشد خلیفوں کی سنت ہے (یعنی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) تو ہمیں آپ کے ارشاد گرامی کے مطابق اس کو پکڑلینا چاہیے، البتہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہ اذان نہیں دی جاتی تھی لہذا اگر کوئی نہیں دیتا تو اس پر بھی طعن وتشنیع نہیں کرنی چاہیے یعنی جو مسجد والے یہ اذان ثانی دیتے ہیں وہ بھی اچھا کرتے ہیں اور جو نہیں دیا کرتے بلکہ صرف خطبہ کے وقت والی اذان دیتے ہیں وہ بھی کوئی برا نہیں کرتے لہذا دونوں پر طعن وتشنیع کرنا انصاف سے بعید ہے، باقی یہ جو حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امر فرمایا کہ زوراء پر اذان ثانی دی جائے وہ لوگوں کی سہولیات کی وجہ سے تھا

تاکہ سب لوگوں کو جمعہ کی نماز و خطبہ وغیرہ کے وقت قریب ہونے کا علم ہوجائے اس لیے یہ ضروری نہیں کہ اس اذان کو خواہ مخواہ باہر جاکر کسی مقام پر دینا چاہیے بلکہ جہاں سے بھی آواز لوگوں تک پہنچ جائے صحیح ہے۔

مثلا مسجد کے مینار پر یا مسجد میں ہی کسی بلند جگہ پر کھڑے ہوکر اذان دی جائے یا آج کل مسجدوں میں لاوڈ اسپیکر لگائے جارہے ہیں، پھر وہیں لاوڈ اسپیکر کے قریب ہی کھڑے ہوکر اذان دینی چاہیے یعنی مقصد آواز پہنچانا ہے اور یہی

محققین کا مسلک ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

[فتاویٰ راشدیہ]

صفحہ نمبر323

محدث فتویٰ